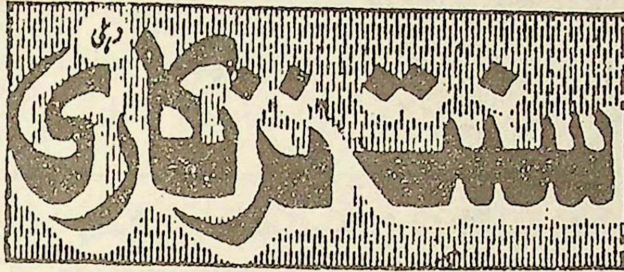
کرتے اور، کراتے ہیں کچھ کہتے ہیں کچھ اور
ایسے لوگوں کی باتوں کا ملتا نہیں کچھ ٹھور
(بیدل)

روحانی اخلاقی اور سماجی قدروں کا علمبردار بیک وقت سات زبانوں میں چھپنے والا







چیف ایڈیٹر
نرمل جوشی

ایڈیٹر
بیدل سرحدی

جلد	شمارہ	بابت اگست ۱۹۹۵ء	سالانہ چندہ ۲۵/- روپے	لائف ممبرشپ ۲۵۰ روپے
۱۳	۸	قیمت فی شمارہ ۳/- روپے	امریکہ ۱۲ ڈالر، انگلینڈ ۷ ڈالر	امریکہ ۱۲۵ ڈالر، ۱۰۰ پونڈ

اس شمارے میں

کھیم راج چڈھا پرنٹر، پبلشر نے برائے سنت نرنکاری منڈل دہلی کے لیے شری اوتار پریس نرنکاری کالونی سے چھپوا کر دفتر 'سنت نرنکاری'، نرنکاری کالونی دہلی سے شائع کیا۔

اداریہ :

عظیم ہونے کا راز

ہر شخص ایک اِکائی کی صورت میں جنم لیتا ہے جنم کے بعد اُس اِکائی کا فروغ ہوتا ہے پہلے گھر بنتا ہے پھر خاندان ـــــ جب بہت سے خاندان مِلتے ہیں تو اُسے فرقہ یا جماعت کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اُن کے رسم و رواج، رہن سہن، اور عقیدوں میں یکسانیت ہوتی ہے اور اسی طرح اُن کی سوچ اور طور و اطوار بھی ایک جیسے ہو جاتے ہیں جسے وقت گزرنے پر روایت کا نام دیا جاتا ہے اِس طور وہ جماعت جب اور فروغ پاتی ہے تو اُسے سماج کہتے ہیں۔ بہت سے سماج جب آپس میں مِل کر کسی مخصوص زمین کے خطّے میں رہنے لگتے ہیں تو اُسے ملک کا نام دیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے صاف ظاہر ہے کہ اس سارے فروغ کی بنیاد میں صرف وہی اکائی مضمر ہے جس نے وقت کے ساتھ اپنے آپ کو وسعت دی۔ سماج یا ملک بلکہ پوری دُنیا اصل میں اُسی ایک اِکائی کا ہی وِراٹ سروپ ہوتی ہے۔ اس فروغ یا وسعت کے سِلسلے میں آدمی نے کِتنی کوشش کی یا ریاضت کی ہوتی ہے اِس کا اندازہ ہم تواریخ میں اُن عظیم لوگوں کی زندگی کے سفر کو پڑھ کر آسانی سے لگا سکتے ہیں۔ اکائی کی ضروریات پوری ہونے پر خاندان کی ضرورتوں کی طرف متوجّہ ہُوا، خاندان کی سہولیات جُٹانے کے ساتھ ساتھ سماج کی ضروریات کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ اس عمل اور ردِّ عمل کو غلط بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ترقی اور وسعت کے لئے کوشش کرنا بُرا نہیں ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ آدمی کامیابی کی معراج پر پہنچ کر پھر اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وِراٹ سروپ میں کہیں گُم ہو گیا ہے۔ میری اہمیت کم ہو گئی ہے میری حصولیابیاں، آرام و آسائشیں بے شمار ہیں۔ میرے اقتدار و اختیارات کی کوئی حد نہیں۔ ایسی باتوں میں اُلجھ کر وہ اپنی انفرادیت، اپنی ذات کو اُجاگر کرنے کی فکر کرنے لگتا ہے۔ میرا احترام ہو بلکہ پرستش ہو، گھر گھر میں میرا ذکر ہو، ہر کوئی مجھے افضل سمجھے۔ نتیجتہً وہ پھر تنگ نظری کا شکار ہو جاتا ہے اور نادانستہ طور پر خود غرضی اور تکبّر کے جال میں پھنس کر ذاتی سطح پر اُتر آتا ہے۔

مہاتما باخبر کرتے ہیں کہ ایسی سوچ آدمی کے زوال کی علامت ہے عظمت کی نہیں ـــــــ لامحدود شخصیت پھر اکائی کی حقیر صورت میں آجاتی ہے۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ ایسی غلطی ہرناکشیپ نے بھی کی۔ اپنے تپ تیاگ سے اس قدر وردان حاصل کئے کہ موت پر بھی فتحیابی کا احساس ہوتا تھا لیکن ترقّی کی معراج پر پہنچ کر پھر اکائی بن کر زوال کی جانب چلا گیا۔ گھر گھر میں میری مورت رکھ کر میری پوجا کریں یعنی اکائی نے اپنی لامحدود صورت (وراٹ روپ) کو بھلا کر پھر محدود روپ کو اپنا لیا۔ نتیجے سے سبھی باخبر ہیں۔ مہاتما سمجھاتے ہیں کہ کیا کبھی قادرِ مطلق لامحدود پرماتما نے اپنے مجسم رُوپ ستگورو میں ظاہر ہوکر اپنی ذاتی تعریف کی خواہش کی ہے؟ اپنی شخصیت کی عظمت کا اظہار کیا ہے؟ نہیں ـــــــ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے لامحدود رُوپ کو فضیلت دیتا ہے وہ چاہتا ہے پوری دُنیا سُکھی ہو، ہر شخص سُکھی رہے۔ ہر شخص کو ہر لحاظ سے شانتی، پیار، ستکار اور سکون ملے۔ یہ سب ہونے میں ہی اُس کی لامحدود اہمیت مضمر ہے۔ ستگورو کبھی اپنی اکائی تک محدود نہیں ہوتا۔ کُل عالم اُس کا ہی وراٹ رُوپ ہوتا ہے اس لئے دُنیا کی ہر حصولیابی اُسے اپنی ہی معلوم ہوتی ہے نتیجتہً پُوری دُنیا اُس کا احترام ہی نہیں بلکہ پُوجا کرتی ہے۔ اس میں اٹوٹ عقیدت رکھتی ہے۔

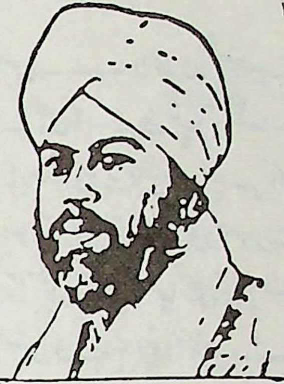
کاش ہر کوئی اس راز کو سمجھے، اپنے ترقّی یافتہ وشال روپ کو اپنائے اور ستکار و پیار پائے اکائی بن کر اپنے زوال کا موجب نہ بنے۔

ـــــــ نِرمل جوشی

گزارش

سنت نرنکاری منڈل کو جو بھی رقم آپ منی آرڈر کے ذریعے بھیجتے ہیں ازراہِ کرم اس کے ساتھ اپنا نام، مکمّل پتہ اور رقم کس لیے ارسال کی گئی ہے ضرور لکھ کر بھیجیں، تاکہ وہ ٹھیک مد میں جمع ہوسکے اور آپ کو غیر ضروری خط وکتابت نہ کرنی پڑے۔

سیکریٹری
سنت نرنکاری منڈل، دہلی-۹



نرنکاری بابا نے کہا!

مورخہ ۲۶ جون ۱۹۹۵ء کو کسولی (ہماچل پردیش) میں پہلی مرتبہ وشال سنت سماگم کو خطاب کرتے ہوئے گورو دیو ہردیو سنگھ جی نے فرمایا:

سادھ سنگت، آج کسولی میں پہلی مرتبہ آنے کا موقعہ حاصل ہُوا ہے۔ یوں تو بچپن میں اسکول کے دنوں میں ٹریننگ پر آنے کا موقع ملا تھا لیکن بعد میں یہاں رہنے والے مہاپُرشوں کے اس طرح درشن کرنے کا موقع نہیں مل پایا۔ آج داتار کی کرپا سے آپ سبھی کے درشن ہو رہے ہیں اور سادھ سنگت سے آنند کا احساس بھی ہو رہا ہے۔ جگہ محدود ہے مگر بھگت اپنے آپ کو اُسی کے مطابق ڈھالے ہوئے ہیں۔ اور آنند کی کیفیت بنائے ہوئے ہیں۔ بھگتوں کی ذہنی کیفیت ہر حال میں ایک سی رہتی ہے۔ جیسا بھی وقت ہو تا بھگت اپنے آپ کو ویسا ہی ڈھال لیتے ہیں۔ دُنیا میں اگر حالات سازگار نہ ہوں تو عام آدمی گِلے شکوے پر اُتر آتا ہے مثلاً بھگت پانی سے آدھے بھرے گلاس پر شکر گزار ہوتے ہیں مگر عام آدمی اُسی گلاس کے آدھا خالی ہونے کا شکوہ کرتا ہے۔ بھگت کہتے ہیں کہ رات صرف ایک ہے اس کے دونوں طرف سویرا ہے لیکن غیر مطمئن لوگوں کے لیے سویرا صرف ایک ہے اور اُس کے دونوں طرف رات ہے۔ بھگت اس لیے مطمئن رہتے ہیں کیونکہ وہ شکر گزاری کے ساتھ مالک کی رضا میں راضی رہنا جانتے ہیں۔

سنت دل کو جیت لیتا ہے وہ اپنے دل میں یہ جذبہ ذہن نشین کر لیتا ہے کہ مالک داتار ہی سب کچھ کرتا ہے اور اس کا کیا ہُوا ہی مکمّل ہے آپ نے سُنا ہو گا کہ درخت کے نیچے لیٹے ایک آدمی کی ناک پر جب بیر گرا تو اُسے پرماتما کے کام میں اچھائی نظر آئی ورنہ اُس سے پہلے تو وہ یہ کہتا تھا کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ پرماتما بہت سمجھدار ہے لیکن اس نے اتنے بڑے درخت پر چھوٹے بیر لگا رکھے ہیں اور چھوٹی سی بیل کے نیچے اتنا بڑا پھل تربوز لگا رکھے ہیں۔ جب ایک بیر ٹوٹ کر اُس کی ناک پر لگا تو اُسے احساس ہُوا کہ میری سوچ غلط تھی۔ اگر بیر کی جگہ تربوز میری ناک پر گرتا

تو میری ناک پوری طرح ٹوٹ جاتی تھی۔

بھگت اس مالک کو 'کرتا' (فاعل) مان کر اس کی رضا میں رہتے ہیں اس سے اطمینان ملتا ہے جس سے یہ سکون و تسکین حاصل کرتے ہیں۔ ورنہ مجبوریاں تو زندگی میں نشیب و فراز لاتی ہی ہیں۔ کبھی محل حاصل ہے تو کبھی جنگل میں ہی وقت گزارنا پڑ رہا ہے۔ مہا پُرش ایسے دور میں خوشی سے گزرے ہیں کیونکہ انہوں نے دل کو جیتا۔ دل کو مالک کے ساتھ جوڑا ہے ہر حال میں اُس کے شکر گزار رہے۔ انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ جو تُو نے مجھے دے رکھا ہے لاکھوں، کروڑوں لوگوں کے پاس یہ بھی نہیں ہے وہ اُسی میں خوش ہیں ورنہ انسان کی خواہشوں کی تکمیل تو ہو نہیں سکتی۔ انسان کی آرزو تو اُس برتن کی طرح ہے جس میں نیچے سوراخ ہوتا ہے اُس میں چاہے جتنا بھی ڈالئے وہ خالی کا خالی ہی رہے گا۔ اگر انسان کی ایک خواہش پوری ہو جائے تو وہ مزید خواہشوں کو جنم دے دیتی ہے جن کی تکمیل کے لئے انسان متواتر کوشش کرتا رہتا ہے اور پھر بھی یہی سوچتا ہے کہ دوسرے کے مقابلے میں اُسے کچھ بھی حاصل نہیں ہُوا ہے۔

اس مثال کا بھی خادم نے کئی بار ذکر کیا ہے کہ ایک سجّن نے مٹھائی کا ڈبہ اُٹھا رکھا تھا اور اُس سے جب وجہ پوچھی گئی تو اُس نے کہا کہ میری تنخواہ بڑھ گئی ہے۔ کچھ عرصے بعد وہ اُداس دکھائی دینے لگا اُداسی کا سبب پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ اس لئے اُداس ہے کہ اُس کے ساتھ کام کرنے والے کی تنخواہ دس پندرہ روپے زیادہ بڑھ گئی ہے دُنیا میں اس طرح فضول ہی انسان بے بسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کہنے کا منشا یہی ہے کہ جنہوں نے 'نام' دھن سے صبر حاصل کیا ہے اصل میں وہی سکھی ہوتے ہیں۔ جو خواہشیں، آرزوئیں اور حسرتیں ہیں ان کی تکمیل کبھی نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ کہ داتار کی رضا کو بھگتوں نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے اپنے فرائض سرانجام دیکر اُنہیں جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے اُس کے لئے پربھو کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جو سنت اس دُنیا کے سفر کو طے کر کے چلے گئے ہیں اُن تمام سنتوں کی زندگی سے ہم بخوبی واقف ہیں بھگوان رام کے لئے اعلان کیا گیا کہ کچھ لمحے بعد راج پاٹ حاصل ہونے والا ہے لیکن تھوڑے ہی وقفے بعد اعلان ہُوا کہ اُنہیں جنگل میں جانا ہے اور وہ بھی تھوڑے عرصے کے لئے نہیں بلکہ چودہ سالوں کے لئے ـــــ لیکن بھگوان رام نے اُس اعلان کو قبول کیا۔ دل میں کوئی میل نہیں رکھی۔ اسی طور سنت مہاتماؤں کے جیون میں ایسی مضبوطی ہمیشہ دیکھنے کو ملی ہے۔ اس طرح انسان اپنی زندگی میں آنند لے سکتا ہے ورنہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے چین رہتا ہے ایسا تسلیم کیا گیا ہے کہ دنیاوی وسیلے کبھی سکھ عطا نہیں کر سکتے۔ انسان چاہتا ہے کہ یہ مل جاتے۔ وہ حاصل ہو جائے اُس کے بعد آنند ہی آنند ہے لیکن اُس چیز کی حصولیابی کے کچھ عرصے بعد آدمی دوسری چیز کے لئے پریشان ہو جاتا ہے مثلاً کسی کی سنتان (اولاد) نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے گھر لڑکا ہو جائے تو میری سب پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ یہ بیان دے رہا ہوتا ہے کہ اُس کے پاس سنتان نہ ہوتی تو وہ خوش رہتا کیونکہ اُس کی

سنتتان چوری، ڈکیتی میں پڑ گئی ہے۔ اس لئے وہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرے گھر جنم نہ لیتا تو بہتر تھا۔ غرضیکہ انسان کے دائمی سُکھ کا ذریعہ تو نرا کار، پرماتما ہی ہے۔ صوفی سنت کہتے ہیں کہ اے انسان اگر تو دائمی سکھ کا طلبگار ہے تو تجھے نرا کار، داتار کی پناہ لینی ہوگی کیوں کہ دُنیاوی سکھوں کے ساتھ تو دُکھ بھی جُڑے ہوئے ہیں۔ اگر دن ہے تو رات بھی ہے۔ دھوپ ہے تو چھاؤں بھی ہے لیکن داتار کی پناہ میں آنند کے برعکس کوئی لفظ نہیں ملے گا کیوں کہ اُن کے ساتھ آدمی سکھ اور دُکھ دونوں میں آنند کی کیفیت میں رہتا ہے۔ کوئی محل میں رہتا ہے یا جھونپڑی میں —— اگر وہ مالک سے جُڑا ہے تو پُر سکون ہے کیونکہ باقی سب چیزوں میں پھیر بدل ہے۔ ایک وقت گرم پانی ہمیں آرام دے رہا ہے مگر دوسرے وقت وہی گرم پانی ہمارے لئے دُکھ کا باعث بھی بن رہا ہے۔ ایک وقت دُودھ ہمیں فائدہ پہنچا رہا ہے لیکن پیٹ خراب ہو جانے کی صورت میں وہی دودھ نقصاندہ ہو جاتا ہے غرضیکہ دنیاوی سُکھ کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن سنتوں، صوفیوں کی کیفیت ہمیشہ پُرسکون رہتی ہے وہ راجہ جنک ہوں یا سنت کبیر ہوں ہمیشہ آنند کی کیفیت میں رہتے ہیں۔

راجہ جنک کی ظاہری کیفیت دیکھ کر شکدیو مُنی اُن کی اصلیت کا اندازہ نہیں لگا پائے لیکن جب صحیح معنی میں بصارت حاصل ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ بے لوث میگھاوی راجہ جنک کسی کو سزا دے رہے ہیں اور اپنے پریوار کی پرورش بھی کر رہے ہیں لیکن اس میں اُلجھے نہیں۔ جو اس میں الجھ جاتے ہیں وہ کبھی سُکھی نہیں ہو سکتے۔ ایک مثال اور بھی آپ نے سُنی ہوگی کہ راجہ کے دل میں کچھ ایسی خواہش پیدا ہوگئی کہ میں نے سب کچھ چھوڑ کر جنگل چلے جانا ہے جب وہ جانے کی تیاری کرنے لگے تو بیوی اور بچوّں سے کہا کہ مَیں راج پاٹ چھوڑ کر جنگل میں جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ آپ ایسا مت کیجئے لیکن راجہ رضامند نہ ہوا۔ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ بیوی اُن کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ چلتے چلتے راجہ نے ایک جگہ پاؤں سے مٹّی کو تھوڑا ہلایا۔ رانی نے دوڑ کر راجہ سے پوچھا کہ کیا بات تھی؟ راجہ ٹال مٹول کرنے لگا ویسے ہی میرا پاؤں ٹکرا گیا تھا۔ لیکن رانی نہیں مانی۔ بار بار زور دینے پر راجہ نے کہا کہ کوئی خاص بات نہیں۔ چلتے چلتے میری نگاہ ایک سونے کے ٹکڑے پر پڑی۔ تیری نگاہ سے بچانے کے لئے میں نے جلدی سے اُس پر مٹّی ڈال دی تاکہ من چنچل نہ ہو جائے اور واپس نہ چلے جائیں یہ سُن کر بیوی نے کہا کہ آپ نے میری نگاہ سے بچانے کے لئے سونے پر مٹّی ڈالی ہے میں تو پہلے ہی اِسے مٹّی سمجھتی تھی۔ میں آپ سے کہتی رہی ہوں کہ آپ لوٹ مار کر کے دوسروں کے ہیرے، جواہرات، سونا وغیرہ لے آتے ہو۔ ایسا نہ کیا کرو۔ اِس لئے یہ حرکت آپ نے میرے لئے نہیں کی بلکہ خود اپنے لئے سونے پر مٹّی ڈالی ہے۔ میرے لئے تو یہ پہلے ہی مٹّی ہے۔ میں تو پہلے ہی اسے گزران مان کر چلتی تھی لیکن آپ ہی اسے اہمیت دیتے رہتے تھے۔

انہیں چیزوں کے باعث آدمی آدمی کی جان لینے کو تیاّر ہو جاتا ہے اُسے یہ پتہ نہیں کہ سوئی تک بھی اُس کے ساتھ جانے والی نہیں ہے۔ وہ اِن چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ سکھ کا باعث نہیں بن سکتے

اور نہ ہی یہ ہمیشہ ساتھ دینے والی چیزیں ہیں اس لئے مہاپُرش انسان کو سمجھاتے ہیں کہ جن چیزوں کے لئے تو اتنے دنگے فساد کرتا ہے یہ چیزیں تیرا ساتھ دینے والی نہیں ہیں تجھے ان چیزوں سے راحت ملنے والی نہیں ہے اس لئے تُو ایسے قدم اُٹھا جن سے تُو خود بھی سُکھی رہے اور دوسروں کو بھی سکھ چین دینے والا بنے۔

آج انسان چھینا جھپٹی میں لگا ہے اکثر سُننے کو ملتا ہے کہ دُور دیشوں میں جاکر ایک بھائی نے دھن کما کر اپنے بھائی کے پاس بھیجا۔ یہاں رہ رہے بھائی نے اُسے بیوپار میں لگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے دیش سے جب بھائی واپس لَوٹا تو اُس بھیجے ہوئے دھن کی بات کی۔ اس پر دوسرے بھائی نے اس دھن پر اپنا اختیار جتایا۔ اُس بھائی نے سوچا کہ سب کچھ کر لینے کے بعد بھی مجھے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔ میں خالی ہاتھ ہی آیا ہوں اور خالی ہاتھ ہی میں نے واپس جانا ہے۔ سکندر اور راون کے پاس اتنا کچھ تھا۔ کچھ بھی ساتھ نہیں گیا۔

ے تاسو پریت کر جاسو ٹھاکر رام
باقی سبھی حصولیا بیاں تیرے کام آنے والی نہیں ہیں تُو اُسے حاصل کر۔ جو دُنیا کا مالک ہے تو اس سے اور اس کے بندوں سے پیار کر۔ اس طور تجھے اطمینان اور آنند ملے گا۔ اس طرح تو آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

ہم سچّا سَودا کرنے والوں کی جے کرتے ہیں جو فضول سودا کر کے جاتے ہیں اُن کے حصّے میں کچھ نہیں آتا۔ بار بار اس بات کو دہرایا جا رہا ہے کیونکہ انسان کی ایسی ذہنی کیفیت بن چکی ہے جو اس کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے اور دوسروں کو بھی دکھ دینے کا باعث بنی ہوئی ہے۔ مہاپُرشوں کا قول ہے کہ:

ے رات گنوائی سوئے کے دِوس گنوایو کھائے
ہیرے جیسا جنم ہے کوڑیوں بدلے جائے

مُراد یہ کہ ہیرے جیسے جنم کی قیمت تُو نے کوڑی آنکی ہے۔ اگر تُو نے حق کو بنیاد نہیں بنایا، 'نام' کی دولت حاصل نہیں کی تو یہ جیون کوڑیوں کے بھاؤ چلا جائے گا جبکہ یہ ہیرے کی طرح ہے۔ اس جیون کا یہی مول (قیمت) ڈال لے۔ اسی لئے بار بار کہا جاتا ہے کہ دھن نرنکار —— ہے نرا کار تُو دھنیہ ہے۔ جو دنیاوی چیزوں سے زیادہ اسے اہمیت دیتے ہیں وہی سُکھ اور چین پاتے ہیں۔ جو دوسری چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں اور نرا کار کو بھول جاتے ہیں وہ کبھی سُکھی نہیں ہوتے۔

ایک باپ اپنے بچّے کے لئے ایک کھلونا لاتا ہے بچّہ اُس کھلونے میں اتنا اُلجھ جاتا ہے اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ جس باپ نے وہ کھلونا دیا ہے اُس کی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح انسان کو یہ سب نعمتیں تو داتار نے دی ہیں مگر انسان ان میں اُلجھ گیا ہے۔ مہاپُرش ہمیشہ اس داتار کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نعمتیں دینے والا نعمتوں سے بڑا ہے۔ جیسے ایک مصوّر ہزاروں تصویریں بنا سکتا ہے مگر ہزاروں تصویریں مِل کر بھی ایک مصوّر نہیں بنا سکتیں۔ یہ سب آسائشیں تیری عطا کردہ ہیں میں ان کی قدر تو کروں لیکن انہیں تجھ سے زیادہ اہمیت نہ دُوں۔ جو اونچا کھڑا ہوتا ہے اُسے باقی چیزیں چھوٹی دکھائی دیتی ہیں۔ جیسے کوئی اونچی عمارت پر کھڑا ہے تو باقی سب چیزیں چھوٹی

دکھائی دیتی ہیں۔ اس سے اوپر اگر ہوائی جہاز پر چڑھ جائیں تو وہی عمارتیں کھلونے جیسی نظر آتی ہیں۔ اُن کا سائز کوئی کم نہیں ہو جاتا بلکہ دیکھنے والا اونچا ہو گیا ہوتا ہے اسی طرح جیسے سورج طلوع ہو جانے پر دیئے کی کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ مہاپرشوں، سنتوں نے بھی یہی کہا کہ میں اِن دنیاوی چیزوں کو اہمیت نہ دوں۔ میں اس مالک کو ہی محسن سمجھوں۔ اسی طرح وہ اپنے جیون کے سفر کو طے کرتے رہے ہیں۔

مالک سے ناطہ جوڑ کر ہی اس جیون کی اہمیت بنے گی۔ یہ مالک تیرے قریب ہی ہے۔ اس کے لئے تجھے کہیں دُور نہیں جانا پڑے گا یہ تو ذرّے ذرّے میں موجود ہے۔ ایسے مالک کو قریب دیکھ اور اس کے ساتھ پریم کر کے ہمیشہ اسی کا سہارا لے کر اس زندگی کے سفر کو طے کرتا جا۔ مہاپرشوں نے آواز دی ہے کہ اے انسان تو اس مالک سے جُڑ جا جو تجھ سے دُور نہیں ہے تو ایسی نگاہ حاصل کر لے۔ یہ مالک تو ہر طرف سمایا ہُوا ہے لیکن انسان کو اس کا ادراک نہیں ہے۔ وہ دھرم گرنتھوں میں پڑھ رہا ہے لیکن پتہ نہیں ہے۔ جنہیں یہ نظر مل جاتی ہے وہ دھرم گرنتھوں سے اس کا میلان کرتے ہیں اور پاتے ہیں کہ زمیں تا آسماں ایک ہی روشنی ہے۔

یہ ہر جگہ ہے OMNIPRESENT ہے یہ ان آنکھوں سے دکھائی دینے والا نہیں۔ اس کے لئے چشمِ باطن حاصل کر لے داتار کی طلب ہے تو پہلے نگاہ مانگ۔ اے انسان تُو خدا سے دُور ہے خُدا تجھ سے دُور نہیں ہے تُو یہ نگاہ مانگ لے پردہ تجھ سے دُور ہو جائے گا اور تُو اس کے روبرو ہو جائے گا۔ اسے ہر گھٹ میں بسا دیکھ کر تیری زندگی کا سفر با معنی ہو جائے گا۔ اس سے تیری زندگی کی بھی قیمت لگ جائے گی ورنہ یہ رائیگاں ہی چلا جائے گا۔ جیسے کوئی شخص دنیاوی لحاظ سے امیر تب ہوتا ہے جب اُس کے پاس دولت ہوتی ہے اسی طرح چشمِ باطن کی سوغات۔ حاصل ہو جانے کے بعد ہی تیری زندگی کی کچھ وقعت بنے گی۔ اس حصولیابی سے اگر محروم رہتا ہے تو زندگی رائیگاں چلی جائے گی۔ اس لئے یہ ہر شخص کو آواز دیتے ہیں کہ تُو سوچ لے غور کر لے۔ اپنا مُنہ سرخرو کر لے۔ اپنا یہ لوک سکھی اور پرلوک (عاقبت) راحت رساں کر لے۔

پروفیسر ساحل احمد

وسودھیو کٹمبکم

لوگ ایک دوسرے کو ناموں سے نہیں پہچانتے
نہ جاننا یا پہچاننا پسند کرتے ہیں
ذات، دھرم، عقائد یا پرمپرا کے وسیلے سے
جاننا چاہتے ہیں
انسانی رشتے سے کیا تعلّق
وسودھیو کٹمبکم کو ارتھ ہین کر دیا گیا ہے
وہ عرفانِ ذات کیا سمجھیں
روحانی حسیّت سے عاری یہ چہرے
بدقماش مہرے بن گئے ہیں

ڈاکٹر بیتاب علی پوری

کوئی اُپائے ہو داتار

دنیا ہے یہ رین بسیرا
چار دِنوں کا ہے یہ پھیرا

بادل ہے گھنگھور گھنیرا
چھایا ہے چہوں اور اندھیرا

تیری میری کیوں کرتا ہے؟
نہ کچھ تیرا نہ کچھ میرا

من مندر میں جوت جلاؤ
اور بنالو مجھ کو چیرا

مُکت کرو ان سب سے مجھ کو
کیا واسناؤں نے ڈیرا

کوئی اُپائے ہو داتار
موہ مایا نے سب کو گھیرا

سوچ رہا ہوں میں بیتاب
کب آئے گا نیا سویرا؟

لعل گوہانوی

غزل

پرور دِگارِ عالم! دنیا تیرا تماشا
جشنِ خوشی ادھر ہے، دیکھا اُدھر ہے لاشا

اِک بُت ہے خوبصورت، گھر دل میں کر گیا ہے
قربان جاؤں اُس کے، جس نے اسے تراشا

یہ اوس کی سی ٹھنڈک، وہ آگ کے شرارے
یہ آس زندگی کی، اور اُس طرف نراشا

دولت تو لکشمی ہے، قسمت سے ہاتھ آئے
یہ کب کِسے مِلی ہے، جس نے اسے تلاشا

دیکھا امیر چند کو، ٹکڑے کو ہے ترستا
گھر میں فقیر چند کے، دولت ہے بے تحاشا

اُس کی زبان سمجھے نہ دِل کی بات کھولے
پتّھر ہے لعل اُس کو کیسے سکھائیں بھاشا

کے۔ ایل۔ ناگپال (روہتک)

روحانیت سے سماجیات کی طرف

محترم مان سنگھ مان جی نے مئی ۹۵ء کے "سنت نرنکاری" میں اپنے اداریہ میں تشویش ظاہر کی ہے کہ سماجیات کی جانب نرنکاری مشن کے بڑھتے ہوئے اقدام کہیں ہمیں اپنے کامل مرشد اور خالص روحانیت کا دامن چھوڑنے کو راغب تو نہیں کر دیں گے؟ خادم معذرت چاہتا ہوں! اس خیال سے متفق نہیں ہے کیونکہ مان صاحب کی یہ دماغی لہر فقط تخیل پر مبنی ہے۔

اپنی نگارش کے پیراجات ۲ اور ۳ میں ایڈیٹر صاحب نے صریحاً تسلیم کیا ہے کہ بابا گوربچن سنگھ نے روحانی نرنکاری مشن کو سماجیات کے ساتھ جوڑا یعنی مشن کی طرف سے فلاحِ عام کے کام مثلاً اسکول، کالج، ڈسپنسری وغیرہ جگہ جگہ کھلوائیں اور اس طور ملک گیر مشن کو عالمگیر مشن بنا دیا۔ بابا ہردیو سنگھ کے عہد کا چرچا کرتے ہوئے مان صاحب نے یہ فرمایا کہ بابا ہردیو سنگھ کے عہد میں جس بلندی کو مشن نے چھوا اس کا ثبوت شاید ہی کسی روحانی تاریخ میں مل سکے۔ مان صاحب کو یہ بھی بخوبی علم ہوگا کہ اس بابا کے عہد میں ہی مفادِ عامہ کے کاموں میں غیر معمولی ارتقا ہوا۔ مثلاً بے شمار آئی کیمپ، بلڈ ڈونیشن کیمپ اور سوشل ویلفیئر سنٹر کھلے۔ اور اسی سماجیات کے فلاحِ عام کے کاموں کی وجہ سے مشن کے پرچار اور پرو پکاروں میں حیران کن اضافہ ہوا۔ لہٰذا یہ نتیجہ ناگزیر ہے کہ روحانیت اور سماجیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

رگ وید کا بنیادی منتر "وسودھیو کٹمبکم" روحانیت کا نچوڑ ہے یعنی ساری مخلوق کو اپنا ہی پریوار سمجھنا ہے یہ جذبہ فلاحِ عام اور سماجیات کے جذبے کے بغیر ناممکن ہے۔ گوربانی کے فرمان پر غور کریں "تیرے بھانے سربد کا بھلا"۔ اب سربد کا بھلا تو فلاحِ عام کے کاموں سے ہی ہو سکتا ہے۔ پھر تلسی داس جی کا نظریہ بھی سامنے رکھو "پرہت سرس دھرم نہ کوئی"۔ پرہت کا مفہوم بھی سماجیات اور فلاحِ عام ہے۔ در حقیقت وہ روحانیت تھوتھی ہے جس کی بنیاد فلاحِ عام پر مبنی نہ ہو۔ فقط پرماتما کے گن گان کرنا ہی بھگتی نہیں بلکہ اُس کی خلقت کی نشوونما اور فلاح میں معاونت بھی ہے۔ براہِ مہربانی مان صاحب ایسی تشویش جس کا اظہار اُنھوں نے کیا ہے کو دل سے نکال دیں کیونکہ مشن کا محور تو کامل مرشد ہے اور بہبودیِ مخلوق کے کام سونے پر سہاگے کے کام کریں گے۔ ●

افضل کرتپوری (دہلی)

غزل

دُنیا سے سکھ چاہنے والے پاگل ہے دیوانہ ہے
مایا موہ کی اس دُنیا نے کس کا دُکھ پہچانا ہے

عیش و طرب کے ساتھی لاکھوں بخت کا ساتھی کون ہُوا
اپنی عمر ہمیں جینا ہے اپنے دکھ مر جانا ہے

ماضی کی ایک ایک حقیقت خواب تھی گویا خواب ہوئی
آج حقیقت آج کا دن ہے بیتا کل افسانہ ہے

گلشن کی نوخیز یہ کلیاں عبرت بھی ہیں حسن کے ساتھ
اک دن ان کو بھی کھلنا ہے اور کھل کر مرجھانا ہے

اک اک گام پہ ٹھوکر کھاتے اور سنبھلتے عمر کٹی
کس کس لغزش پر رونا ہے کس کس پر پچھتانا ہے

شاید کوئی درد نہ ہوگا آج کے لمحوں سے سنگین
ان لمحوں سے ہو کے گزرنا صدیوں کو دوہرانا ہے

افضل آج بھی دل روتا ہے اپنی اس بدبختی پر
غیر جسے اپنا کہتے ہیں اپنوں میں بیگانہ ہے

ستگورو بابا ہردیو سنگھ جی مہاراج کی
مبارک عنایت سے

مُکتی پرب

کے شُبھ موقعہ پر گریٹر دہلی کی جانب سے

وشال سنت سماگم

کا انعقاد

پروگرام

دن اور تاریخ : ۱۵ر اگست (منگلوار)
مقام: سماگم میدان (سنتوکھ سرووَر کے سامنے) بُراڑی روڈ، دہلی ۱۱۰۰۰۹

سیوا دَل ریلی :
صبح ساڑھے آٹھ بجے سے دس بجے تک

سماگم پروگرام :
صبح دس بجے سے تین بجے تک
پروچن (ستگورو باباجی) دوپہر دو بجے

لنگر : ۱۱ر بجے سے شروع

نوٹ: گریٹر دہلی کے علاوہ دیگر سنگتیں اپنے علاقوں میں ہی یہ سنت سماگم منعقد کریں گی۔

کھیم راج چڈھا
سیکریٹری سنت نرنکاری منڈل

پیارا لعل (کرنال)

پارسائی

اگر صرافی نگاہ سے اس امر کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ جب بھی کسی شخص کی زندگی میں 'خود آگہی' کی ساعت قریب آتی ہے۔ تب اس کا دل زندگی کو مختلف نقابوں کے بدلنے میں مصروف کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ من ٹھہراؤ سے ہمیشہ گھبراتا ہے۔ یہ خاموشی و سکوت سے ڈرتا ہے۔ اور یہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کا رُک جانا اس کی وفات ہے۔ لہٰذا نت نئی وضع بدلنا من کے لئے ایک آسان اور محفوظ ترین پناہ گاہ ہے۔

اس حقیقت سے بھی انحراف ممکن نہیں کہ ان نئے نویلے پیرہن سے من کی سرکشی اور انانیت مزید طول پکڑ لیتی ہے۔ اور اس طرح سے کوئی خود آگہی معرض وجود میں نہیں آتی۔ یا یوں کہیئے کہ انواع اقسام کی ریاکاری کے دھاگوں سے بنا ہوا یہ جامہ یا نقاب انسان کی خود بینی اور خود مطمئن ہونے کی دیرینہ عادت کو مزید پختہ کرتا ہے۔ اور اس کی خود کی اصلیت کو ڈھانپنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ سب کارروائی انسان کی بنیادی حقیقت پر ایک کثیف پردہ پوشی کے مترادف ہے:

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

(مرزا غالب)

مثلاً اگر ایک شخص گنہگار ہے تو وہ ثواب کی نقاب اوڑھ لیتا ہے۔ لاعلم یا جاہل مطلق ہے تو وہ کتب مقدسہ کے اقوال سے اپنی ذات کو بھر کر علم کی چُنری اوڑھ لیتا ہے۔ کوئی اصل دھرم کی آڑ میں فقط دھرم کا لباس زیب تن کرنے پر ہی اکتفا کئے ہوئے ہے۔ غالباً یہ سب غیر دیندارانہ رجحانات کی دیرینہ و پارینہ چال ہے اور یہ بات آج کے ماحول میں ہر طرف نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

خداوندا! یہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری

جب انسان کچھ ہونا چاہتا ہے تبھی اس مفسد من کی سازش شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کچھ ہونے کی پُر زور تمنا ہی اصل میں من ہے۔ اور ایسی ہوس ہی انسان کو بھلا دینا چاہتی ہے۔ جو وہ اصل میں ہے۔ اور ایسی نقاب اوڑھ

دینا چاہتی ہے۔ جو وہ ہرگز ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہاں کچھ بھی ہونے کی خواہش ہے۔ وہاں خود سے فراری ہے۔ اور جو خود سے فرار ہونا چاہتا ہے۔ وہ خود کو کیسے جان سکتا ہے۔ کیوں کہ خواہشات سے متاثر من غیر مطمئن اور پراگندہ ہوتا ہے۔ اور بے اطمینانی میں عرفان کہاں؟ گویا جھوٹا اور نمائشی اخلاق ہی تمام تر پردہ پوشیوں اور مکھوٹوں کا جنم داتا ہے، وادیٔ روحانیت میں اُمّ الخبائث ہے اور قلبِ سلیم کی بجائے قلبِ لئیم کی نشاندہی کرتا ہے۔

ایک نہایت دلچسپ واقعہ ہے۔ ایک دن ایک شخص ابو حسن رضؓ کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ اے پروردگار کے پیارے درویش! میں اپنی ناپاک زندگی سے تنگ آگیا ہوں اور میں نے خود کو مکمّل طور پر بدلنے کا قصد کر لیا ہے۔ آپ مجھ پر کرم کرو۔ اور اپنے پہنے ہوئے کپڑے مجھے عنایت کر دو۔ تاکہ میں بھی ایک پاک انسان بن جاؤں۔ اور یہ شخص ابو حسن رضؓ کے قدموں میں گر کر زار و زار رونے لگا۔ اور بے حال ہو گیا۔ ابو حسن رضؓ نے اسے نہایت پیار سے اُٹھایا اور کہا۔ دوست! اس سے پہلے کہ میں تجھے اپنے پہنے ہوئے کپڑے دے دوں، تم سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا کوئی عورت آدمی کے کپڑے زیبِ تن کر کے آدمی بن سکتی ہے یا کوئی آدمی عورت کا پیرہن پہن کر عورت ہو سکتا ہے؟ اس شخص نے اپنے آنسو پونچھ لئے اور محسوس کیا کہ وہ کسی غلط جگہ آگیا ہے۔ پھر ابو حسن رضؓ نے مزید کہا کہ یہ رہے کپڑے لیکن اگر تم میرے جسم کو بھی اوڑھ لو تو بھی کیا ہوگا؟ کیا تم کسی درویش کے کپڑے اوڑھ کر درویش بن سکو گے؟

واقعی! کیا پارسائی کی دلکش نقاب پہن کر کوئی آج تک صحیح معانی میں پارسا بن پایا ہے؟ یا کیا پارسائی کی خواہش سے متاثر ہو کر آج تک کوئی پارسا ہو سکا ہے؟ کیونکہ یہاں کچھ بھی ہونے کی نقاب پوشی کی خواہش کارفرما ہے۔ وہاں ہرگز ہرگز عرفان نہیں ہے۔ محض ایک ڈھونگ ہے۔ نمائش ہے بلکہ اس حالت میں انسان غرور اور تکبّر نما پتھر اپنے گلے میں لٹکاتے ہوئے ہے اور جب انسان بھاری بھرکم ہوتا ہے تو اس سے دوسروں کو اکثر چوٹ پہنچتی ہے کیوں کہ ایسا انسان نمود و نمائش میں مشغول ہو جاتا ہے دوسروں پر تقدس اور پارسائی کا اظہار کرنے سے باز نہیں آتا۔ "میں بھی کچھ ہوں" کا خیال آخر کار اسے دین اور دُنیا سے غارت کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ بارگاہِ ربّ العزّت میں دِکھاوا، نمائش اور تبختر و احتشام کبھی روا نہیں ہے بلکہ یہ بات ریاکاری اور احکامِ الٰہی کا معناً اور عملاً استخفاف کرنا ہی ہے۔

یہ ایک اٹل سچّائی ہے کہ عرفان کے بغیر اصل پارسائی تک دسترس ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بنیادی پارسائی عرفان کا نتیجہ ہے محض نمائشی پارسائی ہرگز ہرگز عرفان نہیں ہو سکتی ہے۔

اب جسے سچ (ستیہ) کو جاننا درکار ہے اسے یہ جاننا نہایت لازمی ہے کہ "جو وہ حقیقت میں ہے"۔ "وہ جو نہیں ہے" اس کی آرزو بھی نہیں"۔ بلکہ وہ جو ہے اس سے پردہ اُٹھانے سے خود آگہی نشو و نما پاتی ہے اور اصل پارسائی کا جنم ہوتا ہے کوئی انسان جب خود کی اصلیت کو مرشدِ کامل کی مہربانی سے پوری طرح جاننے کی

بسمل امرتسری

غزل

(اقوالِ زرّیں)

مانُش تن ہیرا انمول
اُس کو نہ ماٹی میں رول

بات کوئی کرنے سے پہلے
اُس کو اپنے من میں تول

میٹھی بات ہی مُنہ سے نکلے
کڑوی کہہ کر زہر نہ گھول

ساری دُنیا بنے گی تیری
سب سے میٹھی بانی بول

جھوٹی بات چھُپے گی کب تک
کھُل جائے گا اِک دن پول

کب تک قائم رہے گا، سوچو؟
پیتل پر سونے کا گھول

ملے گی ماٹی میں یہ کایا
کہتا کال بجا کر ڈھول

گئی جوانی، آیا بُڑھاپا
کر لے بستر اپنا گول

رَب اور موت کو بھول کے یارو
ہوگئی دُنیا ڈاواں ڈول

نام پربھُو کا جپ لے پرانی
کچھ نہیں لگتا تیرا مول

رَب کے درشن کرنا ہے تو
بسمل! من کی آنکھیں کھول

جانب راغب ہوتا ہے۔ تب یہی خود آگہی ایک انقلاب بن جاتا ہے۔ ایسے انقلاب میں وقت کی گنجائش نہیں ہے یعنی تغیّر و تبدل سے ماوراہے۔ اور جہاں وقت کی گنجائش ہے یعنی تبدیلی ہے۔ وہاں عرفانِ ذات نہیں محض نقاب پارسائی کے نعم البدل کی ہی جستجو معلوم دیتی ہے۔ گویا ایسی پارسائی محض ایک دلکش نقاب ہی بن کر رہ جاتی ہے۔ غالباً حضرت بیدل سرحدی صاحب کے دلِ صافی نے ایسے واقعیات سے ہی متاثّر ہوکر نعرۂ برحق بلند کیا ہے:

ایک دلکش نقاب ہے جس کو
آپ کہتے ہیں پارسائی ہے



نرنکاری راج ماتا جی آسٹریا کی سنگتوں کو آشیرواد دیتے ہوئے



واشنگٹن (امریکہ) میں ماتا جی ایک بیمار سنت کو آشیرواد دیتے ہوئے۔



سنت سمدرشن آہوجہ

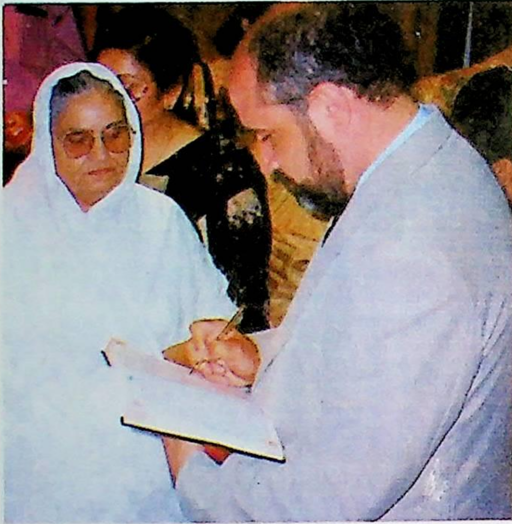
واشنگٹن ہوائی اڈے پر راج ماتا جی کا شاندار استقبال



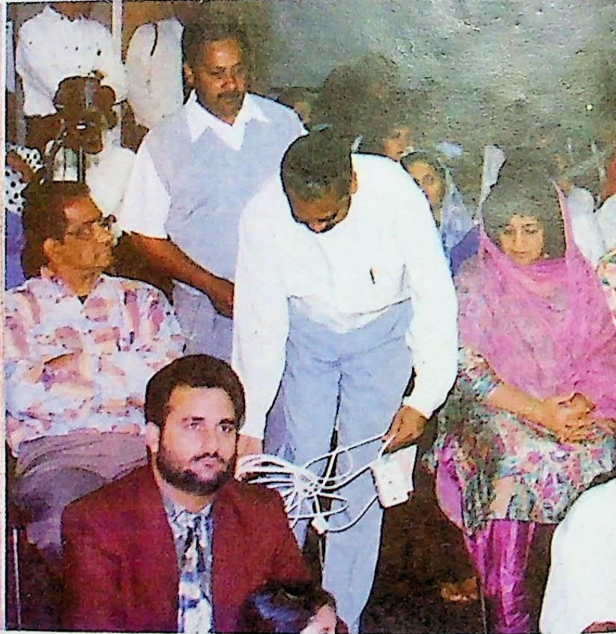
ہالینڈ کے ایک مندر میں نرنکاری راج ماتا جی عقیدتمندوں کو خطاب کرتے ہوئے



واشنگٹن میں ایک مخصوص ست سنگ میں تشریف لاتے ہوئے نرنکاری راج ماتا جی



ٹینرف کے میئر مسٹر گرسیہ نرنکاری مشن سے متعلق اپنا تاثر رقم کرتے ہوئے





راج ماتا جی بارسیلونا (اسپین) میں سنت رائے سنگھانی کے ایک ویئر ہاؤس کا افتتاح کرتے ہوئے



نرنکاری جگت ماتا بدھونتی جی



ستگورو بابا اوتار سنگھ جی

سنت نرنکاری کالونی (دہلی) کے سنچالک تیجندر سنگھ جی کے اعزاز میں یو۔کے سیوادل کی ایک مخصوص ریلی کا منظر

بودھراج ظفر (سونی پت)

روحانی غزل

اس قدر شیریں ہے تیری بندگی کا ذائقہ
ہیچ ہے اس کے مقابل خسروی کا ذائقہ
اللہ اللہ آپ کی آواز کی موسیقیت
دے رہی ہے سانورے کی بانسری کا ذائقہ
ربّ عالم کی قسم جب پاس تم ہوتے نہیں
گرم لُو لگتا ہے میٹھی چاندنی کا ذائقہ
موت کو بھی اہلِ حق ہنس کر لگاتے ہیں گلے
لاکھ ہو مرغوب ان کو زندگی کا ذائقہ
نعمتیں سارے جہاں کی ہیچ ہیں اس کے لئے
چکھ لیا اِک بار جس نے راستی کا ذائقہ
اہلِ دولت کے مقدّر میں کہاں وہ لذّتیں
لے رہا ہے جو قلندر بے خودی کا ذائقہ
بڑھ گئی ہے اس قدر فیشن پرستی کی وبا
اب بھلا بیٹھا ہے انساں سادگی کا ذائقہ
عہدِ پیری میں بھی رکھتا ہے جواں انساں کو
تندرستی آشتی زندہ دِلی کا ذائقہ
بخشا جاتا ہے بہت کم خوش نصیبوں کو ظفر
خوش مزاجی خوش کلامی خوشدلی کا ذائقہ

بی۔ ایل۔ بسنت گڑھ مہاراجوی

غزل

چشمِ بینا ہے تو وہ جلوہ نما ہے تو سہی
ہر طرف بکھری ہوئی اس کی ضیا ہے تو سہی
اب کے موسم میں بہارِ کیف زا ہے تو سہی
رونقِ گلزار وہ خلد آشنا ہے تو سہی
ابتدائے زندگی کی انتہا ہے تو سہی
آفرینش سے فنا کا سلسلہ ہے تو سہی
پھول کھِلتے جا رہے ہیں اس کی صورت دیکھ کر
وادیٔ گل میں تبسّم کی فضا ہے تو سہی
ایک تُو ہی کیوں ہے شاکی اس کے فیضِ عام پر
اس کی آغوشِ محبّت سب پہ وا ہے تو سہی
تیری رحمت کا ہو سایہ یا ہو سایا پیار کا
زندگی کی دھوپ میں اک آسرا ہے تو سہی
آپ آئے جل اُٹھے فہم و فراست کے چراغ
آپ کے آنے کا کوئی مدّعا ہے تو سہی
چاہے وہ دشوار تر ہو چاہے ہو وہ سہل تر
زندگی سے موت تک اک فاصلہ ہے تو سہی
تند خو موجِ حوادث سے بھی ٹکرائیں بسنت
اس کے دیوانوں میں اتنا حوصلہ ہے تو سہی

غزلیں

کرشن موھن (دہلی)

فکر اور احساس کا کیپسُول* ہو
شعر وہ کہیے کہ جو مقبول ہو

یہ ہے طرزِ تربیت پر منحصر
رازِ ہستی پھول ہو یا شول ہو

اور بڑھ جاتا ہے لطفِ زندگی
غیر معمولی اگر معمول ہو

عقل کی آلائشوں میں کیفِ دل
دھول میں جیسے پڑا اِک پھول ہو

کیوں اُٹھاتے ناز اہلِ عقل کے
جو ترے انداز کا مقتول ہو

بخش دیتا ہے خدائے کارساز
آدمی کی بھول اگر معقول ہو

سقدر بے معنی و کج مج بیاں
کیا توجہ شعر پر مبذول ہو

رشن موہن پڑھنے والا اُوب جائے
تیری غزلوں میں نہ اتنا طول ہو

CAPSULE :*

ستپال بھنڈاری رازؔ (انگلینڈ)

ترا ہر جگہ مکاں ہے، تُو تو لامکاں نہیں ہے
ترا ہر جگہ ہے جلوہ، تُو تو ہر جگہ مکیں ہے

تو ہی رہنما ہے میرا، کوئی دُوسرا نہیں ہے
تری بات مانتا ہوں، ترے قول کا یقیں ہے

نہ ہو ہر جگہ جو حاضر، ملے جو کہیں کہیں ہے
اُسے میں یہی کہوں گا، بخدا خدا نہیں ہے

رہے جس کے دل میں کینہ وہ وفا نہیں کرے گا
جو بھی دوست بن کے ڈس لے وہی مارِ آستیں ہے

جسے خوش روی ہے حاصل، وہی ہے جہاں میں افضل
جو چلے ہمیشہ جھک کر، وہی رازؔ دُور بیں ہے



(گزشتہ سے پیوستہ)

مرسلہ : داس جیون (دہلی)

مختلف مذاہب کی دُعاؤں میں یکسانیت

(مفہوم کی صحیح ترسیل کے لئے آزاد ترجمہ کے اصول پر عمل کیا گیا ہے۔ عام فہم بنانے کے لئے اصطلاحوں سے پرہیز کیا گیا ہے)

دُعائے مسیحؑ

اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔
تیری بادشاہی آئے۔
تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔
ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔
اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے۔
تو بھی ہمارے قرض معاف کر۔
اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ بُرائی سے بچا۔ کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ آمین
(متی ۶ : ۹-۱۳)

قرآنی دُعائیں

فاتحہ : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو کائنات کا رب ہے۔ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھا راستہ دکھا اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جو معتوب نہیں ہوتے۔ جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

الفلق : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے، اور حاسد کے شر سے، جبکہ وہ حسد کرے۔

ناس : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے،

غزلیں

کرشن موہن (دہلی)

فکر اور احساس کا کیپسُول ہو*
شعر وہ کہیے کہ جو مقبول ہو

یہ ہے طرزِ تربیت پر منحصر
رازِ ہستی پھول ہو یا شُول ہو

اور بڑھ جاتا ہے لطفِ زندگی
غیر معمولی اگر معمول ہو

عقل کی آلائشوں میں کیفِ دل
دُھول میں جیسے پڑا اِک پھُول ہو

کیوں اُٹھائے ناز اہلِ عقل کے
جو ترے انداز کا مقتول ہو

بخش دیتا ہے خدائے کارساز
آدمی کی بھُول اگر معقول ہو

اسقدر بے معنی و کج مج بیاں
کیا توجّہ شعر پر مبذول ہو

کرشن موہن پڑھنے والا اُوب جائے
تیری غزلوں میں نہ اتنا طول ہو

* CAPSULE

ستپال بھنڈاری رازؔ (انگلینڈ)

ترا ہر جگہ مکاں ہے، تُو تو لامکاں نہیں ہے
ترا ہر جگہ ہے جلوہ، تُو تو ہر جگہ مکیں ہے

تو ہی رہنما ہے میرا، کوئی دُوسرا نہیں ہے
تری بات مانتا ہوں، ترے قول کا یقیں ہے

نہ ہو ہر جگہ جو حاضر، ملے جو کہیں کہیں ہے
اُسے میں یہی کہوں گا، بخدا خدا نہیں ہے

رہے جس کے دل میں کینہ وہ وفا نہیں کرے گا
جو بھی دوست بن کے ڈس لے وہی مارِ آستیں ہے

جسے خوش روی ہے حاصل، وہی ہے جہاں میں افضل
جو چلے ہمیشہ جھک کر، وہی رازؔ دُور بیں ہے



مرسلہ : داس جیون (دہلی)

مختلف مذاہب کی دُعاؤں میں یکسانیت

(مفہوم کی صحیح ترسیل کے لئے آزاد ترجمہ کے اصول پر عمل کیا گیا ہے۔ عام فہم بنانے کے لئے اصطلاحوں سے پرہیز کیا گیا ہے)

دُعائے مسیحؑ

اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔
تیری بادشاہی آئے۔
تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔
ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔
اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے۔
تو بھی ہمارے قرض معاف کر۔
اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ بُرائی سے بچا۔ کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ آمین
(متی ۱۳-۹ : ۶)

قرآنی دُعائیں

فاتحہ : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو کائنات کا رب ہے۔ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھا راستہ دِکھا اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جو مغضوب نہیں ہوتے۔ جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

اَلفَلَق : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے، اور حاسد کے شر سے، جبکہ وہ حسد کرے۔

ناس : اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کہو، مَیں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے،

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنّوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ۔

۱۔ تُو ٹھاکُر تم پہہ ارداس
جیو پنڈ سُبھ تیری راس

۲۔ تُم مات پتا ہم بارِک تیرے
تُمری کرپا مَہہ سُوکھہ گھنیرے

۳۔ کوئے نہ جانے تُمرا انت
اُوچے تے اُوچا بھگونت

۴۔ سگل سمگری تمرے سوتر دھاری
تُم تے ہوئے سُ آگیا کاری

۵۔ تمُری گت مِت تم ہی جانی
نانک داس سدا قربانی

ترجمہ :

۱۔ تُو مالک تو خالق میرا
تُجھ پر مَیں ارداس کروں
تَن مَن سب کچھ تیری مایا
پیش میں ساری راس کروں

۲۔ تو ماں باپ ہمارا ہے
ہم بچّے بالے تیرے ہیں
حاصل تیری رَحمت سے
سُکھ چَین ہمیں بُہتیرے ہیں

۳۔ تیرا انت نہ کوئی جانے
رُتبہ تیرا نیارا ہے
اُونچا ہے تو ہر اُونچے سے
تُو بھگوان ہمارا ہے

۴۔ تار میں اپنے آپ پروئی
تُو نے جگ کی مالا ہے
حُکم جو تجھ سے مِلتا ہے
وُہ ہو کر رہنے والا ہے

۵۔ اپنی حد اور اپنی حالت
تُجھ پر روشن ساری ہے
نانک تیرا داس ہے یا رَب
تُجھ پر یہ بلہاری ہے

حمد :

یا اللہ !

اے مالک تیری ہی رضا ہو اور تیری فتح ہو ۔

تُو، اپنے بندوں کے دُکھ، درد اور مصیبتیں پل بھر میں دُور کر دیتا ہے ۔

جو تیری طرف رجوع ہوں اور تیری بندگی اختیار کریں ان کے لئے اجر ہے، ان کے لئے رنج وغم مٹ جاتے ہیں۔

ان کی زندگی خوشحالی و مسرّت سے بھر جاتی ہے۔
جسمانی تکلیفیں آن کی آن میں دُور ہو جاتی ہیں۔

اے خدا تو میرے لئے ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔
تیرے دَر کو چھوڑ کر میں کس کی پناہ لوُں۔

اے میرے پالنے والے تیرے سوا کوئی دوسرا ہے ہی نہیں، کس پر بھروسہ کروں اور کس سے اُمید رکھوں؟

تو رُوحِ کامل ہے تو عالمِ غیب ہے، تجھ سے کونسی بات چھپی ہے تو سب کچھ جانتا ہے تو ہمارے دل سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہے۔

اے اللہ! اے مالک تو ہی سب کا حاکم، اور سب کا مالک ہے۔

تو مہر کا دریا ہے، رحمٰن و رحیم ہے، تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔

میں تو نادان، ناسمجھ ہوں تو مجھے بچا، مجھ پر رحم کر۔
اے خالقِ کُل تو نظر نہیں آتا لیکن تو نے ہی ہم سب کو زندگی عطا کی ہے۔

میں کم فہم، کج نظر کس طرح تیری ثنا کروں، تیرے قریب آؤں۔

اے رنج والم کو دُور کرنے والے، اے عجز وانکسار کو دوست رکھنے والے۔

اے میرے آقا اور اے میرے مالک مجھے اپنی پناہ میں لے۔ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ میری حرص و ہوس کو مٹا دے اور میرے گناہ بخش دے۔

اے میرے آقا! میری عقیدت و بندگی کو قبول کر اور مجھے اپنے بندوں کی خدمت اور تعظیم کی توفیق عطا فرما۔

اوم، جے جگدیش ہرے، پربھو جگدیش ہرے
بھگت جنوں کے سنکٹ چھن میں دُور کرے
جو دھیاوے پھل پاوے، دُکھ وِنشے من کا
سُکھ سمپتی گھر آوے، کشٹ مٹے تن کا

مات پتا تم میرے شرن گہوں کس کی
تم بن اور نہ دوجا آس کروں جس کی
تم پورن پرماتما، تم انتریامی
پار برہم پرمیشور، تم سب کے سوامی

تم کرونا کے ساگر، تم پالن کرتا
میں مورکھ کھل کامی، کرپا کرو بھرتا
تم ہو ایک اگوچر، سب کے پران پاتی
کس وِدھی ملوں، دیامئے، میں تم کو کمتی

دین بندھو، دُکھ ہرتا، تم ٹھاکر میرے
اپنے ہاتھ اُٹھاؤ، دوار پڑا تیرے
وِشے وکار مٹاؤ، پاپ ہرو دیوا
شردھا بھگتی بڑھاؤ، سنتن کی سیوا

دوہا

بھگتی کی مہما بڑی بھگتی ہے وردان
بھگتی کے آنچل تلے ملتے ہیں بھگوان۔

نرنکاری راج ماتا جی کی عالمی کلیان یاترا

بذریعہ ہرمندر سنگھ اُپاسک

ست گورو بابا ہردیو سنگھ جی کی مقدّس موجودگی میں ۷، جون ۹۵ء کو نرنکاری راج ماتا جی کو اُن کی پرچار یاترا پر روانگی سے قبل جذبات آمیز وداعی دی گئی۔ اُن کی عالمی پرچار یاترا سے متعلّق موصول ہوئی مختصر تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ ——— ایڈیٹر

سٹٹ گارڈ (جرمنی) ۸، جون ۹۵ء

یہاں کے ہوائی اڈّے پر آج خوب چہل پہل تھی جرمنی کے نواحی ملکوں کی سنگتیں ہوائی اڈّے پر موجود تھیں۔ آسٹریا، ہالینڈ اور انگلینڈ کے سنت ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے لے کر جہاز کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ جیسے ہی پتہ چلا کہ جہاز اُترنے والا ہے مہا پُرشوں کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے جب پرم پوجیہ راج ماتا جی، سنت سُکھدیو جی، بہن نرنجن جی اور نوجوان سنت سمدرش جی جہاز سے اُترے تو "دھن نرنکار" کے جیکاروں سے سارا ماحول گونج اُٹھا۔ بھائی صاحب بلبیر سنگھ جی اور ستنام سنگھ جی کی رہنمائی میں کاروں کا قافلہ مقرّرہ مقام پر پہنچ گیا۔ شام کو ایک یُوتھ سنٹر کے ہال میں ست سنگ ہُوا۔ سنت سکھدیو سنگھ جی نے 'مایا' کے بندھنوں کو توڑ کر من کو پربھُو کے ساتھ جوڑنے کی ترغیب دی اور کہا کہ من کو گورو کے حوالے کر کے ہی تیرا میرا کا چکّر ختم ہو سکتا ہے۔ بہن نرنجن جی نے سب کے بھلے کی کامنا ایک گیت کے ذریعہ کی۔ نوجوان سمدرش آہوجہ نے انسان کو جھگڑے ختم کر امن شانتی سے رہنے کا سندیش دیا۔

پروگرام کے آخر میں نرنکاری راج ماتا کلونت کور جی نے فرمایا کہ:

ستگورو نے انسانیت کا یہ پریوار قائم کیا ہے۔ اس کے مطابق سارے پریوار اور سارے دیش ہمارے اپنے ہیں۔

شینورگ ۹، جون ۹۵ء

آج پرچار پارٹی جرمنی کے دوسرے شہر شین ورگ پہنچی۔ بھائی صاحب دیدار سنگھ جی، رامے، سکھ جیت

سنگھ جی فرینک فورٹ میں بہت سی سنگتوں کے ساتھ پہنچے ہوئے تھے۔ ایک اسکول کے بڑے ہال میں سماگم ہوا۔ شہر کے میئر، چرچ کے پادری اور اسکول کے ڈائرکٹر نے ماتا جی اور پرچار پارٹی کا سواگت کیا۔

راج ماتا جی نے سادھ سنگت کو آشیرواد دیتے ہوئے فرمایا کہ: برہم گیانی دیکھنے میں تو خربوزے کی قاشوں کی طرح نظر آتے ہیں مگر روحانی طور پر اندر سے ایک ہوتے ہیں۔ دوسری طرف سنگترے کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ سنگترہ چاہے باہر سے ایک ہوتا ہے مگر اندر سے ٹوٹا ہوتا ہے ایکتا صرف کامل مرشد کے ذریعے پرم پتا پرماتما کے ساتھ جُڑ کر ہی ہو سکتی ہے۔

بہت سے نئے سجن بھی سنگت میں تشریف فرما تھے اور وہ سنگت سے بہت متاثر ہوئے۔ سماگم کی نظامت جرمنی زبان میں ہی ہوئی۔ یہاں سے یہ پرچار پارٹی سیدھا آسٹریا کے لئے روانہ ہو گئی۔

شالزبرگ۔ انزبرگ

یہیں سیوا دل کے جوان پہنچے ہوئے تھے شالزبرگ شہر میں درشن دیتے ہوئے راج ماتا جی شام کو انزبرگ پہنچیں۔ امرجیت جی کے گھر کے ہال میں 'ماں پوجا' کی گئی۔

راج ماتا جی نے آشیرواد عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ: سبھی پریوار کے چھوٹے بڑے بچوں کو جب سیوا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کامل مرشد سبھی کو فیض پہنچانے والے اور رحمدل ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ہی انسان کا کلیان چاہتے ہیں۔ گورو بھگتی سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ اہم نہیں ہے۔ سنگو روحہر کرے کہ آپ اپنے ملک سے ... دُور رہتے ہوئے بھی بھگتی رس میں رنگے رہیں۔

آسٹریا ۱۱ر جون ۹۵ء

آج تا کرول کے سارے شہر کا سماگم بڑی دھوم دھام کے ساتھ شہر کے مشہور چرچ کے کشادہ ہال میں منایا گیا۔ سماگم کی شروعات مشہور پرچار ٹولی کے گیت اور اظہارِ خیال کے ذریعے ہوا۔ دھرم اور ادھرم سے متعلق بھی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی۔ بھگتی کسی باہری لباس کا نام نہیں بلکہ باطن کی پاکیزگی کے جذبے کو ہی بھگتی کہتے ہیں۔ بھائی صاحب سکھدیو سنگھ جی نے اس خیال کا اظہار نہایت خوش اسلوبی سے پیش کیا۔ بہن نرنجن اور بہن وشو پریت نے بھگتی بھرے بھجنوں کے ذریعے پوری سادھ سنگت کا من موہ لیا۔

آئی ہوئی سادھ سنگت کو نرنکاری راج ماتا جی نے فرمایا کہ: سنت کا جیون دُنیا میں پروپکار کے لئے ہوتا ہے اس دُنیا میں اگر کسی شخص میں لاکھوں گُن ہوں تو اُسے نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے اگر اُسی شخص میں ایک بُرائی ہو تو اُسے اُچھالا جاتا ہے مگر بھگت کسی کی بھی بُرائیوں کو اَن دیکھا کر دیتے ہیں اگر کسی میں ایک بھی خوبی ہے تو وہ اُسے اپنی زندگی میں ڈھال لیتا ہے۔ آپ نے آئی ہوئی سادھ سنگت کو خوبیوں کا گاہک بننے کی ترغیب دی۔

رات کو بھائی صاحب مہندر سنگھ جی کے گھر ست سنگ ہوا۔ گیت، بھجن اور اظہارِ خیال کا سلسلہ آدھی رات تک چلتا رہا۔ دوسرے دن ۱۲ر جون ۹۵ء کو

اسی جگہ کے دوسرے شہر میں ست سنگ ہُوا۔ کمل کشور جی نے آئی ہوئی سنگت کا سواگت کیا نرنکاری راج ماتا جی نے سنگت کو آشیرواد دیتے ہوئے کہا کہ : دھارمک انسان ہمیشہ نیک کام ہی کرتا ہے کیونکہ کام ہی تواریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جاتے ہیں۔ آپ نے اس دیش میں رہ رہے ہر دیش واسی کو اپنی نیک خواہشات سے نوازا۔ اس سے پہلے راج ماتا جی نے کئی سنتوں کے گھروں میں چرن بھی ڈالے۔ اسی طرح یہ پرچار پارٹی پورے دیش میں گھومتی ہوئی ۱۳؍ جون کو امست نامی شہر پہنچی۔ جہاں ہمارے مشہور سنت شری جگدیش شرما جی کے فرزند بھوشن شرما جی رہائش رکھتے ہیں۔ اس شہر میں دوپہر کا ست سنگ تھا یہاں کی سنگتوں کو آشیرواد عطا کرتے ہوئے راج ماتا جی دیش کے بہت ہی خوبصورت شہر کسانور سل تال پہنچی۔ جہاں ستگورو کے مہان سیوک سُندر جی رہتے ہیں ان سنتوں کے نازک اور پوتر دلوں کو دیکھ کر گورمکھوں نے اس شہر کا نام بھی سندر نگر رکھ دیا ہے شہر کی حدود سے باہر نرنکاری راج ماتا جی کے سواگت کے لئے مہاتما پہنچے ہوئے تھے۔ یہاں چھوٹے سے ست سنگ کا انعقاد ہُوا۔ راج ماتا جی کے درشن کر کے ہر شخص مسرور ہو گیا۔

سٹاک ہوم (سویڈن) ۲۰؍ جون ۹۵ء

اسکنڈینویا کے علاقے سویڈن کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہاں کا وزیر اعظم اپنی کار خود چلا کر بغیر کسی حفاظتی انتظام کے سینما ہال چلا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہاں قانونی انتظام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

یہاں ست سنگ کا انتظام شہر کے مشہور اسکول کے میٹنگ ہال میں کیا گیا۔ مقامی مہاپرش شری کرم چند سُود جی نے مقامی لوگوں ہندوستانی باشندوں سے پوری طرح ربط و مراسم بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے سبھی کو ست سنگ میں بُلایا۔ حاضرین کو مہان پرچارک مہاپرشوں نے خطاب کیا۔ محترمہ نرنکاری راج ماتا جی نے اپنے پرورچنوں میں کہا کہ : من ہمیشہ بُرائی کی طرف دوڑتا ہے اسے صاف کرنے کے لئے برہم گیان کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ برہم گیان سے ہی من پوتر ہو سکتا ہے آپ نے آئے ہوئے متلاشیوں کو پربھو بھگتی کی طرف من لگانے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد یہ پرچار ٹولی ۲۱؍ جون ۹۵ء کو ہالینڈ کی جانب روانہ ہوئی۔

ایمسٹرڈم ہالینڈ ۲۲؍ جون ۹۵ء

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس دیش کی سطح سمندر کی سطح سے نیچی ہے۔ نرنکار پربھو کی عجیب لیلا ہے کہ سمندر کو ایک حد میں باندھ کر رکھا ہے۔ پورے دیش میں نہریں ہیں کھیتی کا کام بہت ہوتا ہے اور زمین میں دو چار میٹر کی دُوری پر پانی کی نکاسی کے لئے نہریں بنی ہوئی ہیں جگہ جگہ پون چکیاں (WIND MILL) ہیں جو پانی کو اپنے آپ باہر نکال دیتی ہیں۔ ماتا جی یہاں دوپہر بعد لگ بھگ ایک بجے پہنچی۔ ہوائی اڈے پر مقامی پرو پکاری سنتوں کے ساتھ ساتھ بھارتی سفارت خانے کے افسران بھی راج ماتا جی کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ شام کو مہاتما گاندھی کے نام پر بنے ایمسٹرڈم شہر

کے ایک مندر میں وشال ست سنگ سماروہ سمپن ہُوا۔ ست سنگ میں اسّی فیصد حاضری مقامی باشندوں کی تھی۔ ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ باہر تک سنگتیں کھڑی تھیں۔ جیسے ہی ماتا جی ست سنگ میں تشریف لائیں۔ دھن نرنکار کے جیکاروں سے اُن کا سواگت کیا گیا چاروں طرف روحانی ماحول نظر آرہا تھا۔ پرچار ٹولی کے ہر ممبر نے نہایت پُر اثر ڈھنگ سے اپنی بات کہی۔ بہن نرنجن جی کی حلیمی، سکھدیو جی کا پیار اور سمدرشن جی کے سُندر وچن نے ہر کسی کو متاثر کیا۔

آخر میں ماتا جی نے اپنے پروچن میں کہا کہ: آپ جس جگہ بیٹھے ہیں یہ ایک مندر ہے اور اس کی اہمیت آپ جانتے ہی ہیں۔ آج یہی کمی سماج کو دکھی کر رہی ہے کہ کلب، ہوٹل، کچہری وغیرہ میں تو ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی ایک ساتھ بیٹھ جاتے ہیں ڈاکٹر اور ٹیچر بھی سبھی کے لئے ایک ہے مگر پرماتما کے گھر ہم نے بانٹ لئے ہیں کامل مرشد ہی ان اوہام سے نجات دلا کر انسان کو ایک بنا سکتا ہے۔

یہاں سنگت میں ماتا جی کے آشیرواد سے ایک شادی بھی ہوئی۔ ذات پات کے جھگڑے کہیں نظر نہیں آئے بہت ہی سادگی کے ساتھ اس سماجک ذمّہ داری کو پورا ہوتے دیکھ کر سبھی نے اس کی تعریف کی۔

۲۲ جون کو بھی اسی شہر میں رحمتوں کی برسات ہوئی سورینام میں بسے بہن بھائی بڑی تعداد میں اکٹھا ہوئے یہ لگ بھگ دو گھنٹے کا پروگرام تھا۔ اپنی تہذیب اور دھرم کی شرح سُن کر ہر کوئی محظوظ ہُوا۔ سبھی نے مشن کی جانکاری حاصل کی۔

دوسری طرف بہن شانتی گپتا کے گھر میں ست سنگ کے پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں مقامی شہری بھی موجود تھے۔ نرنکاری راج ماتا جی کی نظرِ مہر نے ذہنی آسودگی کی گنگا بہا دی۔ ہالینڈ میں رحمتیں بانٹتے ہوئے **۲۵ جون** کو ماتا جی دُنیا کے مشہور شہر پیرس پہنچیں۔

پیرس (فرانس) ۲۵ جون ۹۵ء

یہ شہر فرانس کی راجدھانی ہے چارلس گنگال کے ہوائی اڈّے پر مقامی پروپکاری مہاپُرشوں تے محترمہ ماتا جی کا شاندار سواگت کیا۔ ہوائی اڈّے سے سیدھے شری جرنیل جی کے گھر پہنچے۔ جہاں پہنچنے میں صرف دس منٹ لگے۔ آج یہاں بہت گہما گہمی رہی انگلینڈ سے سیوا دل کے جوان کافی تعداد میں سنت رین جی کی رہنمائی میں پہنچ رہے تھے۔

آج کی سنگت پیرس شہر کے عین وسط میں بنے ایک مندر میں ہوئی وقت سے پہلے ہی پورا ہال بھر گیا۔ ماتا جی نے آشیرواد عطا کرتے ہوئے کہا کہ: ہمیں پربھو سے بھگتی کا دان مانگنا چاہیئے کیونکہ بھگتی ہی جیو کو مہان شوبھا دیتی ہے آج بھگوان رام جی کے ساتھ ہنومان جی کی بھی پُوجا ہو رہی ہے۔ رام کی حصولیابی کے بعد جیسے میراں نے گلی گلی جا کر پیغ کا ڈھنڈورا پیٹا اسی طرح ہر بھگت کا فرض ہے کہ حق کی آواز ہر کسی تک پہنچائے تاکہ ترستی دھرتی کی پیاس بجھے۔

انگلینڈ سے آئے سنتوں کے ساتھ، بس میں پوجیہ ماتا جی

کے بیٹھتے ہی ۲۴ ؍جون کو پورے دن ست سنگ چلتا رہا۔ بس میں اسّی سواریاں بیٹھ سکتی تھیں۔ بس میں ہی ست سنگ چلتا رہا۔ پیرس کی گلیوں میں شام کو گجراتی سنتوں کے جوش و خروش کا نمونہ بھی دیکھنے کو ملا۔ کملیش اور روجے پٹیل جی نے بہت سارے گجراتی بہن بھائیوں کو بلا رکھا تھا۔ یہاں بھی کئی بنیادی طور پر گجراتی بہن بھائی میڈاگاسکر اور ماریشس سے آکر بسے ہیں۔ اُن کی بھاشا فرینچ ہے لیکن روح میں ہندوستانی تہذیب کا عکس ضرور ہے۔ انہیں فرینچ بھاشا میں ہی مہاتما مِشن کا سندیش بتلاتے رہے۔ یہاں ماتا جی نے اپنے پروچن میں کہا کہ: باغ میں طرح طرح کے پھول ہوتے ہیں ہر ایک کی اپنی خوشبو ہوتی ہے اور ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے سب پرماتما کا جزو ہیں۔ ۲۵ ؍جون کو فرانس سے چل کر اسپین کے شہر بارسیلونا پہنچے۔

بارسیلونا (اسپین) ۲۶ ؍جون ۹۵ء

ہوائی اڈّے پر رائے سنگھانی پریوار کے ممبر اور بھارتی سفارت خانے کے افسران راج ماتا جی کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ مہان شہید چاچا پرتاپ سنگھ جی کی یاد یوں تو ہمیشہ رہتی ہے لیکن اُن کی ترغیبی تعلیم کس طرح اُن کے پریوار کے بچّے بچّے میں بھری ہے یہ منظر یہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ بارسیلونا میں چاچا پرتاپ سنگھ جی کے چھوٹے بھائی وادھو مل رائے سنگھانی جی رہتے ہیں۔ شہر کے بہت بڑے بیوپاری سجّن ہیں۔ پریوار کے ہر ممبر پر چاچا جی کی خدمت کی جھلک ملتی ہے ہوائی اڈّے سے ان کی رہائش گاہ "سوشل سدن" پہنچے۔ سنگتوں نے ماں پوجا، آرتی کی۔ اُس کے بعد شام کو شہر کے ایک وشال ہال بارسیلونا ہوٹل سیٹس میں ست سنگ ہوا۔ تقریباً سبھی سنت سندھی تھے اور ان کی حاضری کم تھی سندھی سبھی کاروباری ہیں ملازمت کوئی بھی نہیں کرتا۔ ہال میں دیگر لوگوں کو بیٹھنے کا انتظام بھی کرنا پڑا کیونکہ قیاس سے زائد سنگتیں پہنچ گئیں۔ آس پاس کے کئی شہروں اور دُور دراز کے علاقوں میں جہاں بھی کسی کو ماتا جی کی آمد کی خبر ملی وہ ماتا جی کی حضوری میں پہنچ گیا۔ ولینجیا سے مدراس والے جمنا جی کی بہن اور دیگر سنت ہر کسی کو باعزّت بیٹھنے کی جگہ پر لا رہے تھے۔ پوجیہ نرنجن جی کے بھجنوں نے سنتوں کو کیف و سرور میں ڈبو دیا۔ سمدرشن جی کا کویتا پڑھنے کا ایک اپنا ہی انداز ہے۔ اس طور پر چار ٹولی جاذب نظر بن گئی۔ شری سکھدیو جی نام دان کے پرچارک کی صورت میں خدمت انجام دے رہے تھے۔ آخر میں اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے ماتا جی نے کہا کہ ہم اپنی سمجھ کے مطابق اپنے بیوپار میں جھانکتے رہتے ہیں کہ چلتا بھی ہے کہ نہیں ——— دیگر کاموں میں بھی سمجھداری برتتے ہیں لیکن بھگتی کے معاملے میں اندھ وشواس ہی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ لاکھوں روپئے خرچ کر کے بھی کھوتے ہوئے سوانسوں کو واپس نہیں لایا جا سکتا۔ من کی بے چینی مقصد کی حصولیابی کے بعد ہی مٹ سکتی ہے۔ آپ نے سمجھایا کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے جیسے ہی مکّہ جا کر اُن اوہام کو توڑا کہ اللہ پاک، ایشور ہر جگہ ہے کسی مخصوص سمت میں نہیں۔ اسی طرح ہمیں بھی رام کی حصولیابی کر کے پرماتما کو

ذرّہ ذرّہ میں دیکھ کر ہی بندھنوں اور وہموں سے چھٹکارا مل سکتا ہے اس کے بعد ہال میں ہی ساری سادھ سنگت نے بھوجن بھی کیا۔ پیرس اور بارسیلونا میں راج ماتا جی نے سنگتوں میں بیٹھ کر ہی بھوجن کیا۔

فرینک فورٹ (جرمنی) ۳۰ جون ۹۵ء

یوروپ کے نرنکاری مشن کے اتہاس میں ایک سنہری صفحہ نرنکاری راج ماتا جی کی کلیان یاترا کے دوران لکھا گیا۔

فرینک فورٹ بے شک جرمنی میں ہے لیکن اس کی اہمیت دُنیا بھر میں ہے۔ یوروپ میں رہنے والے ہر سنت کی یہی خواہش رہتی ہے کہ وہ وہیں ست سنگ شروع کرے۔ کچھ دیر پہلے سنت ملکیت سنگھ جی (انگلینڈ والوں) نے بھی کوشش کی تھی اور اب صورت سنگھ جی اور چوپڑا جی نے راج ماتا جی کے قدموں میں بینتی کی اور ماں نے ان کی بینتی قبول کر لی۔ سنتوں نے ہوائی اڈّے سے ہی ہوٹل میں ایک وشال ہال کا انتظام کر لیا۔ بھائی گوردیپ سنگھ، سکھ جیت سنگھ، ہیمراج اور اُن کے ساتھیوں نے بہت بڑھ چڑھ کر سیوا میں حصّہ لیا۔ سنت سکھدیو سنگھ جی نے برہم گیان (عرفان) کی شرح نہایت عمدہ ڈھنگ سے کی۔ یہ جو دَور گزر رہا ہے اسے مستقبل میں نہایت اہمیت سے دیکھا جائے گا کہ کس طرح گورو پریوار کا ایک ایک بچّہ سچّائی (حق) کے پرچار میں تعاون دے رہا ہے۔ اس سارے ردِّعمل کا مجسّم رُوپ بہن نرنجن جی ہیں۔

آخر میں محترمہ نرنکاری راج ماتا جی نے فرمایا کہ: مادّیت کے اس دَور میں روحانی شکتی ہی سکھ چین دے سکتی ہے آپ نے یہاں پہلی مرتبہ ہوئے ست سنگ کی سب کو مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ فرینک فورٹ جس طرح جرمنی کا ایک اہم کاروباری مرکز ہے اسی طرح روحانی مرکز بننے میں بھی یہ پیچھے نہیں رہے گا۔ اسی طرح رحمتوں کی بارش کرتے ہوتے یہ پرچار ٹولی دُنیا کے ایک اور مشہور شہر نیویارک روانہ ہوئی۔

نیویارک (امریکہ) یکم جولائی ۱۹۹۵ء

نیویارک کے ہوائی اڈّے پر پروفیسر پُوری صاحب (پردھان، سنت نرنکاری منڈل، امریکہ) اور مشن کے مہان سنت شری گوبند سنگھ جی نے کافی سنتوں کے ساتھ آکر پُوجیہ راج ماتا جی کا سواگت کیا۔ ازاں بعد ست سنگ کے لئے نیوجرسی میں واقع ایک چرچ کے وشال ہال کا اہتمام کیا گیا۔ آئے ہوتے سنتوں کا سواگت شمالی امریکہ کی طرف سے مشن کے پردھان شری واسن جی اور پُوری صاحب نے کیا۔ پوجیہ راج ماتا جی نے فرمایا کہ: آپ کے کھِلے ہوئے چہرے دیکھ کر 'اوتار بانی' کا شبد روبرو ہوتا ہوا نظر آتا ہے جس میں کہا گیا ہے:

۵ گورسِکھ نُوں جو گورسِکھ ملدا
وِیکھ کے چاہ چڑھ جاندے نے۔

آپ نے مزید کہا کہ: ستگورو تو رحمتوں کا خزانہ ہوتا ہے اس سے دولت، اولاد، کوٹھیاں وغیرہ جو بھی مانگو مِل جاتا ہے۔ لیکن یہ ساری چیزیں تو فانی ہیں۔ اصل میں گورسکھ کو تو ہمیشہ بھگتی ہی مانگنی چاہیئے جس سے اوپر

بی۔ آر۔ بخشندہ (چنڈی گڑھ)

بینتی

محفل بھی تو، دربار بھی تو
پرلوک بھی تو، سنسار بھی تو
سُکھ شانتی کا بھنڈار بھی تو
شمشان بھی تو، گلزار بھی تو
سردار بھی تو، سالار بھی تو
دستور بھی تو، دستار بھی تو
کلجگ میں پالن ہار بھی تو
بخشندہ بخشنہار بھی تو
ہردیو بھی تو، ہرپار بھی تو
داتار کی جے جے کار بھی تو
گوربچن بھی تو، اوتار بھی تو
مہاراج بھی تو، سرکار بھی تو
ہے کرن کراون ہار بھی تو
کر بھو ساگر سے پار بھی تو
رکھے گا میری لاج بھی تو
کل بھی تو تھا، اور آج بھی تو

دوسرا کوئی دان نہیں ہے۔ ۲ جولائی ۱۹۹۵ء کو پوجیہ راج ماتا جی نے نیویارک کے لانگ آئی لینڈ علاقے میں ایک وسیع اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: قدیم تواریخ اور آج کے بھگتوں کی عملی زندگی کی کیفیت ہمیں ایک ہی بات بتاتی ہے کہ صدیوں سے بھگوان بھگتوں کی لاج بچاتا آیا ہے لیکن انسان ہرن کی طرح ریگستان کو پانی سمجھ کر دوڑ دوڑ کر اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے۔ یوں تو انسان چاند پر جا کر مٹی بھی لے آیا ہے لیکن رب کی طرف سے بالکل ناسمجھی دکھا رہا ہے اس طرح ہیرے جیسے جنم کو کوڑیوں کے بدلے گنوا کر جا رہا ہے۔ آپ نے بھگتی کا مفہوم بتاتے ہوئے کہا کہ: بھگتی منہ لٹکا کر بیٹھنے کا نام نہیں بلکہ آنند اور پُرسکون زندگی جینے کا نام ہے۔ نادانی میں مبتلا ہو کر انسان محض منتر جاپ کو پربھو پراپتی سمجھ لیتا ہے اور چوراسی لاکھ یونیوں کی مار کھاتا رہتا ہے جب اسے کامل مرشد ملتے ہیں تبھی اس مار سے چھٹکارا ملتا ہے۔

ایڈیٹر کی ڈاک

برادر محترم بیدل صاحب

آداب!

خیریت دارم و خیریت خواہم۔ ایک مدت ہوگئی آپ کا کوئی کرم نامہ موصول نہیں ہوا۔ البتہ معاصر "سنت نرنکاری" متواتر نظر سے گزرتا رہا۔

آپ کی کتاب "دھوپ کھلی ہے"، میری لائبریری میں اہل ذوق کے مطالعے کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اب تک سیکڑوں ادب دوست آپ کے "پسندیدۂ عوام" شعری مجموعہ سے مستفید ہو چکے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ چند ماہ سے "سنت نرنکاری" کا ہر شمارہ "ایک سے بڑھ کر ایک" کے مصداق نظر آرہا ہے۔ اس صحیفے کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ اس کو آپ جیسے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ادیب، شاعر اور صحافی کی خدمات کا شرف حاصل ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسالہ مستقبل میں بتدریج ترقی کی منازل طے کرتا رہے گا۔

'سنت نرنکاری' کا تازہ شمارہ ماہ جولائی ۹۵ء اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ نہ صرف حصۂ نثر بلکہ حصۂ نظم بھی معیاری اور صالح ادب کی نمائندگی کر رہا ہے۔ ہمیشہ کی طرح صفحہ چار پر بعنوان "نرنکاری بابا نے کہا" دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ اس مضمون کو ہم "مشعل نور" بھی کہہ سکتے ہیں اس کے مطالعے سے پراگندہ ذہن لوگوں کو تسکین اور خدا رسیدہ حضرات کو اطمینان میسّر ہوگا، کیونکہ گمراہی کے اس دور میں ایسی باتوں اور ایسے اسباق کی تبلیغ و اشاعت کی بے حد ضروری ہے۔ "چند تاثرات" میں جناب بیدل سرحدی نے جو سوال اٹھائے ہیں ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بیدل صاحب کو نظم و نثر دونوں اصنافِ سخن پر یکساں قدرت حاصل ہے وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں اس میں از اوّل تا آخر صداقت ہی صداقت ہوتی ہے۔ میں آخر میں "سنت نرنکاری" کی ترقی و ہر دلعزیزی کے لئے خدا سے دعا کرتا ہوں۔

شاداں بدایونی

چیف ایڈیٹر "قوم کی آواز" ہفت روزہ (اردو) بدایوں

جناب بیدل صاحب

نمسکار!

'دھوپ کھلی ہے' کی جلد ملی۔ سب سے پہلے کتاب کی جلد پر چھپی فوٹو پر نظر پڑی، دیکھتا ہی رہ گیا۔ کالی گھٹاؤں کے پس منظر میں جیسے خوبصورت دھوپ کھلی ہو یا ڈھلتی

عمر کا مذاق اُڑاتا ہُوا زندگی کا کوئی خواب ایک خوبصورت گلاب کا پھول بن کر اپنی مسکراہٹیں فضا میں بکھیر رہا ہو۔

میں نے ابھی تک صرف ماہنامہ "سنت نرنکاری" میں کبھی ایک شاعر تو کبھی ایک مفکر کی صورت میں آپ سے ملاقات کی۔ لیکن "دھوپ کھلی ہے" میں آپ کی غزل نگاری کا حسن و شباب دیکھ کر لطف آگیا۔ جناب ڈی۔ راج۔ کنول کا 'تعارف' بہت پسند آیا۔ وہ خود ایک اُستاد شاعر ہیں۔ اُن کا کلام بھی اکثر "سنت نرنکاری" کی معرفت پڑھ لیتا ہوں۔ بہت ہی اچھا لکھتے ہیں۔

نرنکاری منڈل سے وابستگی کے باوجود آپ کے کلام میں حسن و عشق کے دائمی جذبات اور زندگی کے میٹھے کڑوے تجربات کا بھی عکس ہے۔ آپ نے ایک حد کے اندر رہتے ہوئے بھی بطور ایک ممتاز شاعر اپنے تخلیقی حسن کو برقرار رکھا ہے۔ آپ کا کلام غضب کا ہے۔ کتنے ہی شعر مہکتے پھولوں کی طرح میرے دل و دماغ کو معطّر کر گئے۔ کچھ تو جناب ڈی۔ راج کنول نے چُن ہی لئے۔ جنھوں نے مجھے متاثّر کیا اُن میں کچھ ہیں:

عہدِ حاضر کے بوڑھے لہرے پر
کیا دلاویز رنگ و روغن ہے

(یہ ساری غزل ہی مجھے پسند ہے)۔

ہیں سجل آج بھی میری آنکھیں
کب کا چاہے اُتر چُکا پانی

آندھیوں میں اِک لچکتی شاخ پر
رقص کرتا آشیاں ہے زندگی

کوئی تو آئے تیرے پیار کی خوشبو لیکر
وہ ہوا کا کوئی بھٹکا ہوا جھونکا ہی سہی

توڑ دینے کے لئے ہوتی ہے توبہ بیدلؔ
جام جب تک نہیں آتا مری توبہ ہی سہی

یہ مانا کہ ہر پھول بے حد حسیں ہے
مگر خار اپنی جگہ دل نشیں ہے

ایک دلکش نقاب ہے جس کو
آپ کہتے ہیں پارسائی ہے

اللہ کرے روزِ قلم اور زیادہ۔

پروفیسر اودے بھانو ہنسؔ
راج کوی ہریانہ، ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج

میرے بھائی، نمستے!

"دھوپ کھلی ہے" دستیاب ہوتے بہت دن بیت گئے۔ بار بار پڑھا، اور چاہا بھی کہ ایک ستگُرو کی پرمش کا شکریہ ادا کروں جس نے ایسے زہر آلود ماحول میں اِس طرح کی کاوش منظرِ عام پر لائی ہے۔ کئی ہی بار قلم اُٹھایا بھی کہ بیدلؔ بھائی کا شکریہ ادا کروں۔ جس نے "دھوپ کھلی ہے" لکھ کر ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور کہ ایسے جذبات، احساس اور خیالات کا شعری مجموعہ آج سے پہلے کبھی نظروں سے نہیں گزرا مگر حالات نے کچھ اِس طرح زنجیر ڈالی کہ ذہن، دل اور سوچنے کی صلاحیت مفقود تھی۔

یوگند رسہل تشنہؔ، دہلی